عظمتِ قرآن

فضائل قرآن پر ایک جامع ایمان افروز بیان

از

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عاشق حسین شجاع آبادی

شرفِ اہتمام

جامع مسجد رضا بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن۔لاہور

پیش لفظ

دنیا بھر میں جغرافیائی تحقیق کے سب سے بڑے امریکی مجلّہ "نیشنل جیو گرافک میگزین" کے شمارہ دسمبر ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا کہ ۱۹۷۳ء میں شام کے اندر ایک قدیم شہر کے آثار دریافت کیے گئے جو ۴۳ صدیاں پرانا تھا۔ اس شہر کا نام ابلس تھا۔ ابلس کی لائبریری میں ان شہروں کے ناموں کی فہرست پائی گئی جن شہروں سے ابلس کے باشندے تجارت کیا کرتے تھے۔ اس فہرست میں ایک شہر کا نام اِرم ہے۔ قدیم ترین تاریخ میں بھی اِرم شہر کا ذکر نہیں ملتا۔ گویا کہ تاریخ دانوں کے نزدیک ایسا کوئی شہر کبھی روئے زمین پر موجود ہی نہ تھا۔ البتہ علیم و خبیر ذاتِ عالی جَلَّ جَلَالُہٗ نے مسلمانوں کو اس شہر کی خبر آج سے چودہ سو سال پہلے دے دی تھی۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ☆ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ☆ الَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ﴾

"کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے کیا معاملہ کیا؟ عاد کے ساتھ، ارم کے ستونوں والے، اس جیسا شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا"۔ (قرآن ۶، ۷، ۸-۸۹)

یہ ہے وہ قرآن جس کو چومنے اور آنکھوں سے لگانے والے آج اسے طاق

نسیاں پر رکھے بیٹھے ہیں۔

پروفیسر کیتھ مُور ٹورنٹو یونیورسٹی کینیڈا کے ماہر علم الجنین (Embryology) ہیں جو اس مضمون پر کئی درسی کتابوں کے مصنف ہیں اور دنیا بھر میں ایک بڑے عالم اور محقق کے طور پر اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ریاض، سعودی عرب کے کچھ مسلمانوں نے قرآن سے تمام وہ آیات جمع کیں جن میں انسانی بچہ کی ابتداء اور نشوونما کا ذکر ہے اور پروفیسر کیتھ مُور سے پوچھا کہ اس ترقی یافتہ دور میں سائنسی تحقیق ان آیات کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ انہوں نے پروفیسر صاحب کو ترجمہ کے لئے ہر ممکن مدد فراہم کی۔ قرآن سے آگہی پائی تو حیرت زدہ پروفیسر نے اپنی لکھی ہوئی درسی کتب میں یہ کہتے ہوئے ترمیم و اضافہ کر ڈالا کہ جو قرآن بتاتا ہے۔ وہ تو ہمارے زمانے سے بھی آگے کی بات ہے۔ پروفیسر کیتھ مُور نے ایک ٹی وی انٹرویو میں بتایا کہ بچہ کی ابتداء اور افزائش کے بارے میں جو قرآن بتاتا ہے وہ حقائق صرف پچھلے تیس سالوں میں دریافت ہوئے ہیں۔ بلکہ ایک بات تو پروفیسر کیتھ مُور کے لئے بالکل نئی تھی جہاں قرآن بتاتا ہے کہ انسانی جسم اپنے ابتدائی مراحل میں ایک مرحلے پر جونک جیسے لختۂ خون سے مشابہت رکھتا ہے۔ پروفیسر مُور شعبہ حیوانیات میں گئے اور انہیں کہا کہ مجھے جونک کی تصویر دکھاؤ۔ حیرت میں ڈوبے ہوئے پروفیسر نے دیکھا کہ یہ تصویر ویسی ہی تھی جیسی انسانی بچہ کے ابتدائی مراحل کی شکل خوردبین میں نظر آتی ہے۔ پروفیسر کیتھ مُور نے جونک کی تصویر کو انسانی بچہ کی خوردبین سے حاصل کردہ تصویر کے ساتھ اپنی ایک کتاب میں شامل کر دیا۔ خوردبین ایجاد ہوئے ابھی صرف دو سو سال ہوئے ہیں۔ پروفیسر مُور سے پوچھا گیا کہ یہ معلومات قرآن میں چودہ سو سال پہلے کیسے آگئیں، تو کہنے لگے "یہ صرف وحی کے ذریعے آسکتی تھیں"۔

﴿ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾

تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو تم جھٹلاؤ گے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے عملی زندگی کی تمام تر رہنمائی اور سائنسی تحقیق کی سمت کے تعین کے لئے قرآن کو سامنے رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی ایک جماعت کا انتخاب کیا اور حکم دیا کہ جاؤ اور جا کر ذوالقرنین کی دیوار تلاش کرو جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عربوں نے اس کا ذکر قرآن سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ وہ تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور وسطی ایشیا اور روس کے علاقے تک چھان مارے حتیٰ کہ دربند میں ذوالقرنین کی دیوار ڈھونڈلی۔

زمانہ بقراط سے لے کر موجودہ صدی تک ۲۳ صدیوں کی تمام سائنسی تحقیق کا حاصل تھا کہ مادے کا سب سے چھوٹا وجود "ذرہ" ہے۔ عرب بھی "ذرہ" اسی چیز کو کہتے تھے جو ناقابل تقسیم ہو۔ ذرہ سے چھوٹی چیز کا ذکر گویا ایک مہمل بات تھی۔ موجودہ صدی کی جدید جوہری تحقیق نے ذرہ کو پھاڑ ڈالا تو دنیا پکار اٹھی کہ قرآن تو بیک وقت قدیم ترین اور جدید ترین کتاب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے ذرہ سے بھی چھوٹی چیز کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

"اور کہتے ہیں کافر کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرمادیں ہاں میرے رب کی قسم! البتہ وہ تم پر ضرور آئے گی اور وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ اس سے ایک ذرہ کے برابر بھی پوشیدہ نہیں، آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور چھوٹا اس سے اور نہ بڑا، مگر سب

کچھ روشن کتاب میں ہے"۔ (قرآن : ۳-۳۴)

ذرا تصور کیجئے۔ جزیرۃ العرب کی گرمی ہے۔ تپتے ہوئے صحرا میں گھرا مکہ کا سنگلاخ پانی کی بوند بوند کو ترس رہا ہے۔ اور آپ اپنے سامنے کھڑے ایک شخص کو جس کے ہونٹ سوکھے ہوئے ہیں، کہتے ہیں کہ تو پانی سے پیدا ہوا ہے۔ اور تیرا وجود ۸۰ فیصد پانی ہے۔ وہ آپ کو کیا جواب دے گا؟ آج یہی بات کہنے والا غیر مسلم ۱۹۷۳ء کا نوبل انعام پاتا ہے۔ لیکن چودہ سو سال پہلے جس نے یہ بات کہی وہ کائنات کا سب سے بڑا انعام یافتہ کہلایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

"کیا کفروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں (بارش اور روئیدگی) سے بند تھے۔ پس ہم نے دونوں کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر شے کو زندہ کیا (زندگی بخشی) تو کیا (پھر بھی) وہ ایمان نہیں لاتے؟ (قرآن : ۳۰-۲۱)

قرآن ایک حیرت انگیز جدید کتاب ہے۔ پچھلی ایک صدی کے دوران سائنسدان اور فلاسفر اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ کہ کسی بھی شخص کا کوئی نظریہ قابل غور اس وقت ہی ہو گا جب نظریہ پیش کرنے والا ساتھ ہی وہ طریق بھی بتائے جس سے اس کا پیش کردہ نظریہ باطل ثابت ہوتا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آئن سٹائن کی بات سنی گئی کیونکہ اس نے اپنا نظریہ پیش کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ نظریہ فلاں فلاں تین طریقوں سے غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا اہل دانش نے اس کی بات سنی اور ۶ سال کے اندر اندر اس کے نظریہ کی ہر طرح سے تصدیق کر دی۔ قرآن بھی اسی طرح کے آزمائشی طرق بطلان (Tests of Falsification) پیش کرتا ہے۔ کہ اگر تمہیں اس میں شک ہے تو یوں کرو۔ مثلاً

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

"پھر کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اور اگر اللہ کے سوا کسی اور کے پاس سے ہوتا تو اس میں ضرور بہت اختلاف پاتے"۔ (قرآن : ۸۲-۴)

اب یہ منکرین کے لئے ایک مستقل چیلنج ہے کہ اگر قرآن کو وحی الٰہی نہیں مانتے تو اس میں غلطی نکال کر دکھائیں۔ اس طرح کا چیلنج دینا ہی انسانی بساط سے باہر ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا

﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾

"جس نے سات آسمان بنائے تہہ در تہہ، تو اللہ کی تخلیق میں کوئی فرق نہ دیکھے گا۔ پھر نگاہ لوٹا (کر دیکھ) کیا تو کوئی شگاف (دراڑ) دیکھتا ہے؟ (قرآن : ۳-۶۷)

اسی طرح بار بار یہ چیلنج دیا کہ اگر یہ کتاب کسی انسان کی تخلیق کردہ ہے تو تم بھی اس جیسی ایک آیت بنا لاؤ۔ لہذا قرآن جیسے ماضی میں ایک چیلنج تھا اسی طرح موجودہ زمانے کو بھی دعوت دیتا ہے کہ اپنے نئے پیمانوں سے بھی ناپ دیکھو، قرآن کو درست اور مکمل ہی پاؤ گے۔

قرآن میں اکثر جگہ آزمائشی طرق بطلان (Tests of Falsification) پیش کئے گئے اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ جو ایک انسان پیش کرنے کی جرات ہی نہیں کر سکتا۔ اور صاف نظر آتا ہے کہ یہ صرف خالق ومالک ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ طرق

تکذیب قرآن کو غلط ثابت کرنے کے لئے نہایت آسان ہیں اور کوئی انسان یہ خطرہ مول لے ہی نہیں سکتا- مثلاً ابولہب کا مستقل طریقہ واردات یہ تھا کہ جو کچھ مسلمان کہتے اس کے بالکل الٹ کہتا- یہ بدبخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرتا رہتا اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کر کے ہٹتے وہاں جاکر کہتا کہ اگر محمد نے تمہیں سفید کہا ہے تو سیاہ ہے- اگر دن کہا ہے تو رات ہے- اس کی موت سے دس سال پہلے قرآن نے کہہ دیا کہ ابولہب آگ میں جلے گا- یعنی مسلمان نہیں ہوگا- اب ابولہب کے لئے بڑا آسان تھا کہ مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کر دیتا- اور پھر کہتا کہ دیکھا تمہارا قرآن غلط ثابت ہوگیا- لیکن وہ یہ نہ کرسکا-

اسی طرح کا ایک امتحان آج بھی قائم ہے- قرآن کہتا ہے کہ بحیثیت گروہ عیسائی مسلمانوں سے یہودیوں کی نسبت بہتر سلوک کریں گے- اب یہودی اگر قرآن کو غلط ثابت کرنا چاہئیں تو انہیں صرف اتنا کرنا پڑے گا کہ چند سال تک مجموعی طور پر مسلمانوں سے حسن سلوک میں عیسائیوں پر سبقت لے جائیں- اور پھر کہہ دیں کہ دیکھا تمہارے قرآن نے تو اس کے الٹ کہا تھا- لیکن چودہ سو سال میں یہودیوں سے یہ نہیں ہوسکا، نہ ہوگا- حالانکہ یہودیوں نے اپنی تاریخ کا بہترین پرامن پر آسائش اور مذہبی آزادی سے مزین حصہ یورپ، افریقہ اور ایشیاء کی اسلامی حکومتوں میں ہی گزارا اور وہ کبھی اس کا انکار کرنے کی جرات بھی نہیں کرسکے-

آج کے دور میں تحقیق کی ایک اور کسوٹی یہ ہے کہ تمام متبادل امکانات کا جائزہ لیا جائے اور تحقیق طلب نظریہ سے متصادم تمام امکانات خارج ہو جائیں تو صرف اسی صورت میں نظریہ قابل قبول ہوگا-

قرآن نے اس کسوٹی کو بھی چودہ سو سال پہلے متعارف کرایا- جگہ جگہ فرمایا گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے وحی ہے- اگر تم نہیں مانتے تو بتاؤ کہ یہ کیا ہے؟ جواب میں کبھی کہا گیا یہ جادو ہے، کبھی شاعری، کبھی من گھڑت، کبھی نقالی، کبھی تصوراتی وخیالی، کبھی دیوانگی، کبھی کچھ کبھی کچھ- حالانکہ دیوانگی اور جھوٹ کبھی یکجا ہو نہیں سکتے- جادو اور شاعری کا کیا تعلق؟ نقالی میں علوم نامعلوم کا کیا ذکر؟ تصوراتی قوت سے ذوالقرنین کی دیوار اور شہر ارم کا وجود پا جانا کیسے ہوا؟

وحی الٰہی کے مقابل تمام متبادل امکانات خارج ہوگئے تو "نیو کیتھولک انسائیکلوپیڈیا" میں آرٹیکل "قرآن" کے تحت کلیسا یہ لکھنے پر مجبور ہوا "صدیوں تک قرآن کے ماخذ کے بارے میں بہت سے نظریات پیش کئے جاچکے ہیں- لیکن آج کوئی بھی ذی شعور شخص ان میں سے کسی بھی نظریہ کو قبول نہیں کرتا"- کلیسا مان رہا ہے کہ چودہ سو سال میں آج تک کوئی یہ ثابت نہیں کرسکا کہ قرآن وحی کے علاوہ بھی کچھ ہے-

سال ۱۹۷۶ء کو سائنسی تائید قرآن کا سال کہا جائے تو غلط نہ ہوگا- اس سال مئی میں فرانسیسی ڈاکٹر مارس بکائی (Maurice Bucaille) کی کتاب (The Bible, The Quran and Science) منظر عام پر آئی جس میں ان تمام سائنسی نظریات اور معلومات کا احاطہ کیا گیا جو مستحکم اور متفق علیہ ہو چکے ہیں اور جن کے بدلنے کا کوئی امکان نہیں رہا- ان معلومات و نظریات کا تقابل تخلیق ارض و سما کے بارے میں قرآنی آیات اور بائیبل کے مضامین سے کیا گیا- یہ خالصتاً ایک علمی تحقیق تھی جس میں مذہبی عقیدت کا کوئی عمل دخل نہ تھا- اور محقق خود بھی مسلمان نہ تھا- اس کتاب نے دنیا بھر پر واضح کر دیا کہ قرآن وحی الٰہی پر مبنی سچی کتاب ہے جو کائنات

کے اٹل اصولوں کی نشان دہی کرتا ہے اور یقیناً اسی خدا کا کلام ہے جس نے کائنات تخلیق کی ہے اس لئے کائناتی رازوں اور کیفیات کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتا ہے۔

اسی سال جون ۱۹۷۶ء میں ڈاکٹر راشد خلیفہ نے کمپیوٹر سے قرآن کا شماریاتی تجزیہ کر کے قرآن کی حقانیت کو سائنس کے حتمی ثبوت پیش کرنے کی زبان ریاضی سے ثابت کر دیا۔ڈاکٹر راشد نے انکشاف کیا کہ ۱۹ کا ہندسہ پورے قرآن پر اس طرح محیط ہے کہ تمام الفاظ حروف آیات اور سورتوں کی تعداد ۱۹ کا ہی حاصل ضرب ہیں۔ اور عربی زبان سے ناواقف شخص بھی محض گنتی کر کے اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ کلام الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۹ کا ہندسہ قرآن کی ترتیب و حفاظت میں ایک کوڈ کا نظام مہیا کرتا ہے۔اور اس کی وجہ سے قرآن میں کوئی ردوبدل یا کمی بیشی ممکن نہیں۔

﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون﴾

بے شک ہم ہی نے یہ قرآن بھیجا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔(قرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم اگرچہ سب سے پہلے اترنے والی آیت نہیں۔لیکن ۱۹ حروف والی اس آیت کو قرآن کے ماتھے پر سجا کر گویا وارننگ دے دی گئی کہ جو اس کلام الٰہی کو انسانی کاوش کہے گا اسے ۱۹ سے واسطہ پڑے گا۔اور اسے بتانا پڑے گا کہ ۱۴۰۰ سال پہلے ایک نبی امی کے دماغ میں وہ کونسا کمپیوٹر تھا جو ۲۳ سال تک اعلیٰ ترین کلام کے اقتباسات ضرورت اور موقع و محل کے لحاظ سے ایسی ترتیب میں پیش کرتا رہا جو مصحف کی حتمی ترتیب سے بالکل مختلف تھی اور پھر بھی وہ تمام حروف، آیات اور سورتوں کو ۱۹ کی حاصل ضرب تعدادوں کی زنجیر میں جکڑتا چلا گیا۔اس کے باوجود ایک ایسا کلام ظہور میں آ گیا جس کی نظیر دشمن بھی نہ لا سکے۔ایسے شخص کو دنیا میں بھی ۱۹ کا کلیہ عاجز کر دے گا اور آخرت میں جہنم کے ۱۹ نگران اس کے اوپر مسلط ہوں گے۔

﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾

"اس پر انیس مقرر ہیں"۔(قرآن: ۳۰۔۷۴)

شماریات کی کسوٹی پر حیرت انگیز قرار پانے والا یہ کلام اتنے اعلیٰ معیار کا ہے جس کے بارے میں غیر مسلم بھی رطب اللسان ہیں۔

جان ڈیون پورٹ اپنی مشہور کتاب "اسلام کا پیغام" میں لکھتا ہے "ادبی نقطہ نظر سے قرآن مشرق کا بہترین شعری شاہکار ہے۔بجا طور پر یہ عربی زبان کا اعلیٰ ترین معیار قائم کرتا ہے"۔ اطالوی پروفیسر لارا ویکیا وگلیری اپنی کتاب میں لکھتی ہیں "اسلام کا اعلیٰ ترین معجزہ قرآن ہے جس سے ہمیں یقین کی مسلسل روایت ملتی ہے۔یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی نقالی ناممکن ہے۔اس کا ہر بیان جامع ہے۔اس کا انداز اچھوتا ہے۔قرآن سے پہلے عربی ادب میں اس کا کوئی نمونہ نہیں ملتا"۔

واشنگٹن ارونگ لکھتا ہے۔"قرآن اپنے اندر خالص، ارفع اور کریمانہ و مشفقانہ نصائح لئے ہوئے ہے"۔

ڈاکٹر سٹنگاس لکھتا ہے۔"قرآن عظیم ترین کتابوں میں سے ہے"۔

گوئٹے نے کہا "قرآن اپنی طرف کھینچتا ہے اور ہماری تعظیم حاصل کرتا ہے"۔

نپولین بوناپارٹ نے لکھا "مجھے امید ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب میں تمام ملکوں کے دانشمندوں اور تعلیم یافتہ لوگوں کو متحد کر کے قرآن کے اصولوں کے مطابق

ایک حکومت قائم کر سکوں گا۔ کیونکہ صرف قرآن کے اصول ہی سچے ہیں اور صرف یہی اصول انسان کی راہنمائی طمانیت اور آسودگی کی طرف کر سکتے ہیں"۔

کیتھولک عیسائی دنیا کے ایک دانشور ہینز نے قرآن کا مطالعہ کیا تو کہا "God has spoken to man through the man Mohammad"

"اللہ نے اپنے بندے محمد کے توسط سے اپنے بندوں سے باتیں کی ہیں"۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا آراء قرآن کی صرف ظاہری عظمت کی آئینہ دار ہیں۔ قرآن کی حقیقی اور باطنی عظمت تو حاملان قرآن ہی بتائیں گے۔ تو آیئے اب مولانا عاشق حسین صاحب کے ارشادات سے مستفید ہوں اور اپنے ایمان بالقرآن کو مزید پختہ کریں، اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَلدَّاعی اِلَی الْخَیر

خالد سلیم خواجہ

عظمت قرآن

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ خدا کی کلام کو باقی لوگوں کی کلام پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح اللہ کی ذات کو باقی ساری مخلوق پر فضیلت ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں لبید بڑے شاعر تھے۔ قبول اسلام کے بعد لوگ کہتے ہمیں کچھ اشعار سنائیں تو فرماتے تھے اَبَعْدَ الْقُرْآن ؟ قرآن کے بعد بھی تم مجھے کہتے ہو کہ شعر سناؤ۔ اور کوئی بہت مجبور کرتا تو سورہ بقرہ سنا دیتے۔ فرمایا کہ تم شعروں کی بات کرتے ہو۔ میں حیران ہوں کہ قرآن کے بعد بھی کسی کلام کی اہمیت رہی ہے۔ حضرت لبید نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک شعر کہا ہے۔ فرمایا کہ "اللہ کا شکر ہے کہ مجھے موت نہیں آئی حتی کہ میں نے اسلام کا لباس اوڑھ لیا"۔ کہیں جاہلیت میں مر جاتا تو لوگ کہتے کہ لبید بڑا شاعر تھا۔ میرے کلام کو دہراتے رہتے اور میں جہنم میں جل رہا ہوتا۔

قرآنی تعلیمات سے بھرپور استفادہ کرنے کے لئے عظمت قرآن پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کے مرتبہ کا ادراک حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی ناقدری ہوتی رہتی ہے۔ جب تک اس کی اہمیت کا اور شان کا دل میں احساس نہیں ہوتا اس کی اس قدر تکریم نہیں ہوتی جس قدر ہونی چاہئے جیسے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایمان والوں کے سامنے جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کی کیفیت کچھ اور ہوتی

ہے۔ اور دوسرے لوگوں کے سامنے جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ فرمایا کہ مومن لوگ تو وہ ہیں کہ ان کے سامنے جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل میں ایک تڑپ اور خشیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اللہ کا نام آیا جو ہمارا خالق ہے مالک ہے رازق ہے۔ ہر لحہ ہمیں اتنی نعمتوں سے نوازتا ہے کہ ہم شمار نہیں کر سکتے۔ ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے خدا کی عظمت دل اور ذہن کے اندر مزید راسخ ہوتی ہے لیکن اگر خدا کی عظمت کا احساس و ادراک نہ ہو تو خدا کے نام پر دل کے اندر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے پریشانی سی ہوتی ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ﴾ جب اکیلا خدائے پاک کے کارناموں کا ذکر کیا جائے تو جو لوگ ایمان نہیں لائے اور جنہیں آخرت پر یقین نہیں ان کے دل متنفر ہونے لگتے ہیں اور جب ان کے ذہن کے مطابق اللہ کی بجائے غیروں کو حق دیا جائے تو ﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ خوش ہوتے ہیں اگر لات، عزا اور منات کے تذکرے ہوں تو خوش ہوتے ہیں۔ خالق حقیقی کا ذکر ہو تو ان کو پریشانی ہوتی ہے ﴿وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾ اور اے پیغمبر ﷺ جب آپ قرآن پاک کے اندر اپنے ایک پروردگار کا ذکر فرماتے ہیں تو یہ مشرک لوگ نفرت سے آپ سے بھاگتے ہیں۔ اور اگر ان لوگوں کے سامنے جن کے دلوں میں اللہ پاک کی عظمت ہے اللہ کا ذکر ہو تو بات ان کے دلوں میں اترتی ہے۔

اسی طرح قرآن پاک کیا ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ نہ پہلے کسی کو عطا کی گئی اور نہ ہی بعد میں کسی کو عطا ہو گی۔ یہ نعمت حضرت محمد ﷺ کے واسطہ سے اس امت کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ آیئے اس کی عظمت ان سے پوچھتے ہیں کہ جو قرآن پاک کی اہمیت اور عظمت کو سمجھتے ہیں۔ حدیث پاک ہے کہ ابھی کائنات پیدا نہیں ہوئی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ طٰہٰ کو تلاوت فرمایا اور اس مخلوق کے سامنے تلاوت فرمایا جن کو فرشتے، ملائکہ اور معصوم کہا جاتا ہے جن کو اپنے اعمال پر ماسوا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے کوئی طلب نہیں۔ جنت کے متمنی نہ وہ کھانے کے متمنی نہ وہ نکاح کے متمنی ماسوا اس کے کہ خدائے پاک ان سے راضی ہوں انہیں کوئی طمع نہیں۔ ان فرشتوں پر اللہ پاک نے سورہ طٰہٰ کو تلاوت فرمایا تو فرشتوں نے اس کی عظمت اور نورانیت کو دیکھ کر کہا کہ بڑے مبارک ہوں گے وہ لوگ جن کی زبانوں پر اللہ کا یہ کلام جاری ہوگا۔ اور بڑے مبارک ہوں گے وہ سینے کہ جو اس قرآن پاک کو اٹھانے والے ہوں گے بڑی مبارک ہے وہ امت کہ جس پر یہ قرآن پاک نازل ہوگا۔ یہ اس وقت کہا گیا جب انسان ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ جب اللہ پاک نے عملاً یہ قرآن ایک امت کو دے دیا ہے تو اس امت کی سعادت اور قسمت کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض دفعہ انسان کے پاس بڑی عظمت والی چیز ہوتی ہے لیکن اس کے ذہن میں اس کی اہمیت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہمیں اساتذہ کرام فرماتے تھے کہ ایک تو علم کو محنت سے حاصل کرو اور پھر علم کی قدر بھی سمجھو کہ علم کیا چیز ہے۔ جب علم کی قدر آئے گی تو انسان علم کو وقت بھی دے گا۔ لہذا جن لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ علم کوئی قیمتی چیز ہے تو ماسوا علم کے انہوں نے کسی اور چیز کے لئے اپنی زندگی کو وقف نہیں کیا حتیٰ کہ ابوبکر جصاص جو مشہور و معروف فقیہ ہیں، کی بیوی جب ان کے کتب خانے میں آتی تو کتابیں دیکھ کر کہتی کہ یہ میری سب سے بڑی سوکن ہیں۔

علم کا عظیم ترین خزانہ قرآن پاک ہے پہلے انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے علم جس شکل میں بھی دیا۔ کتاب کی صورت میں، صحیفہ کی صورت میں، یا خط کی صورت

میں جو کچھ عطا فرمایا وہ اللہ پاک نے اس قرآن پاک کے اندر جمع فرمادیا- ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ خدائے پاک نے تورات کو بھی ' انجیل کو بھی ' زبور کو بھی اس قرآن پاک کے اندر جمع فرمادیا ہے-

اصل میں اگر غور کیا جائے تو انسانیت کو تاریخ عالم میں جو عزت اور رفعت ملی ہے وہ بھی قرآن پاک کی وجہ سے ہے- اصل کتاب قرآن پاک ہے تورات انجیل وغیرہ اس کے مقدمات مبادیات ہیں- جیسے کسی بڑے مہمان کے لئے کوئی انتظام کیا جاتا ہے تو مجمع کو جوڑنے کے لئے کچھ لوگ خطاب کرتے ہیں- اور جب وہ مجمع جڑ جاتا ہے تو ایک مہمان خاص خطاب کرتا ہے- نبی کریم ﷺ کی ایک صفت ہے کہ وہ نبی الانبیاء ہیں، سید المرسلین ہیں، رسولوں کے بھی سردار ہیں، نبیوں کے بھی نبی ہیں- جیساکہ آپ نے فرمایاکہ ﴿اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَلِیْ﴾ میں ساری اولاد آدم کا سردار ہوں لیکن میں اس بات پر فخر نہیں کرتا یہ اللہ کا فضل و کرم ہے "وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِیَدِیْ" اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا "وَاَبُوْنَا آدَمُ تَحْتَ لِوَائِیْ" حتی کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام بھی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے- تو یہ سید الاولین والآخرین سید الانبیاء ہیں تو ایسے ہی جو کتاب آپ ﷺ پر اتری ہے وہ بھی ساری کتابوں کی سردار ہے- شان موسوی بھی آپ کے اندر ہے- شان عیسوی بھی آپ کے اندر ہے- شان خلیل بھی آپ کے اندر ہے- اور شان آدم بھی آپ کے اندر ہے- وہ تمام کمالات جو باقی انبیاء کے اندر انفرادی تھے وہ سب کے سب اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کے اندر جمع فرمادیے- اسی طرح جتنی کتابیں بھی پہلے آئیں وہ ساری کی ساری اللہ پاک نے اس قرآن پاک کے اندر جمع فرما دیں- یہی وجہ تھی کہ جب آپ ﷺ کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے اوراق لے کر پڑھ رہے تھے- تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر کچھ عجیب سے آثار ظاہر ہو رہے تھے- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، کہنے لگے عمر دیکھتے نہیں نبی کریم ﷺ کی کیا حالت ہو رہی ہے- دیکھا تو چہرہ انور کچھ متغیر تھا- کہنے لگے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے- حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعالیٰ بار بار یہ الفاظ دہراتے رہے جب غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر اگر آج صاحب تورات بھی زندہ ہوتے، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام، تو ان کے لئے بھی نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا ماسوائے میری اتباع کے "لَوْکَانَ مُوْسیٰ حَیًّا لَمَا وَسِعَ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ"

صراط مستقیم کا واحد معیار

﴿یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ اس قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپ رسول ہیں- اور آپ صراط مستقیم پر ہیں- گو کہ ہر رسول صراط مستقیم پر ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اب صراط مستقیم صرف آپ کا راستہ ہے- جو آپ کی اتباع کرے گا صراط مستقیم پر چلنے والا ہوگا- جو آپ کے راستہ سے ہٹے گا وہ صراط مستقیم پر نہیں ہے- تو اس طرح اللہ پاک نے وہ تمام کتابیں جو پہلے انبیاء کرام کو عطا فرمائیں وہ ساری کی ساری خدائے پاک نے اس قرآن پاک کے اندر رمند کر دیں- جس نے قرآن پاک پڑھ لیا گویا اس نے تورات پڑھ لی، اس نے انجیل پڑھ لی، اس نے زبور پڑھ لی، اس نے پہلے صحائف جو تھے وہ پڑھ لئے-

اللہ پاک فرماتے ہیں ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً"

﴿فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ﴾ یہ ہماری طرف سے رسول اللہ کے جو پاکیزہ صحیفے تم پر تلاوت کرتے ہیں ان کے اندر کتابیں ہیں بڑی مضبوط- مفسرین کتب کا معنی مضامین کرتے ہیں یعنی وہ تمام مضامین جو پہلی کتابوں کے اندر اللہ پاک نے امت کی خیر و بھلائی اور اصلاح کے لئے اتارے تھے وہ اللہ پاک نے اس قرآن کے اندر جمع فرما دیئے -مثلاً رب تعالیٰ تورات کی حکایت کرتے ہوئے قرآن پاک کے اندر فرماتے ہیں ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ﴾ ہم نے تورات کو اتارا اس کے اندر ہدایت اور نور تھی اور اس کے ذریعہ اللہ کے نبی اور اللہ والے جو ربانیین اور درویش تھے فیصلے کرتے رہے- اور اس کتاب کی حفاظت ان کے ذمہ چھوڑی تھی- اس آیت کے بعد اللہ پاک فرماتے ہیں ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا﴾ ہم نے ان لوگوں کے لئے اس تورات کے اندر یہ فیصلہ لکھا تھا ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ کہ نفس بمقابلے نفس کے۔ اگر کوئی کسی کی جان کو ختم کر دیتا ہے اس کے عوض اس قاتل کی جان لی جائے اور اگر وہ اس کی ناک توڑ دیتا ہے تو اس کے عوض میں اس کا ناک توڑا جائے ' ناک کاٹ دیتا ہے تو اس کا ناک کاٹ دیا جائے. اگر وہ اس کا دانت توڑ دیتا ہے تو اس کے عوض میں اس کا دانت توڑا جائے- اگر وہ اس کا کان کاٹ دیتا ہے تو اس کے عوض میں کاٹنے والے کا کان کاٹ دیا جائے- حتی کہ اگر کوئی کسی کو زخم کر دیتا ہے تو اس کے اندر بھی اللہ پاک نے برابری لکھ دی ہے- ﴿فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ﴾ ہاں اگر کوئی صبر سے کام لیتے ہوئے اپنے اوپر زیادتی کرنے والے کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ پاک کی طرف سے بھی یہ اس کے لئے معافی ہو گی- پھر اللہ پاک فرماتے ہیں ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ جو اللہ پاک کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے -وہ ظالم ہیں بلکہ ایک جگہ میں یوں فرمایا جو اللہ پاک کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ خدائے پاک کے حکم کا منکر ہیں- ﴿فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اگرچہ یہاں مفسرین نے کافرون کی تاویل میں یوں کہا کہ جو اللہ کے احکامات کو اعتقاداً حق نہیں سمجھتا وہ کافر ہے- لیکن قرآن پاک کی یہ وعید اور دھمکی کیا کم ہے اس سے بڑی خطرناک اور کیا بات ہو سکتی ہے- قصاص کا یہ قانون جو تورات میں نازل ہوا قرآن میں شامل کر دیا گیا، اور اس کا منکر جیسے تورات میں احکام الٰہی کا منکر گردانا گیا-اسی طرح قرآن میں اسے وعید سنائی گئی-

اسی طرح اللہ پاک فرماتے ہیں ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ بلکہ تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو- دنیا کی ہی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہو کہ اول بھی وہی، آخر بھی وہی، ظاہر بھی وہی، باطن بھی وہی- اور ابتدا سے لے کر آخر تک مقصد ہے دنیا کی زندگی- ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى﴾ آخرت کی زندگی اس سے بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی بھی ہے- ﴿إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى﴾ یہ بات پہلے صحیفوں کی ہے جو ہم تمہیں بتا رہے ہیں ﴿صُحُفِ إِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى﴾ پہلے جو صحائف ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کو دیئے یہ ان کے اندر لکھی ہوئی ہے- انسانوں کے لئے جو بات مفید ہو سکتی ہے وہ پہلی کتابوں کی بھی نہیں چھوڑی- ایک جگہ یوں فرماتے ہیں ﴿وَإِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْأَوَّلِيْنَ وَ إِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ بے شک یہ کتاب پہلے صحائف کے اندر موجود ہے اور یہ رب العالمین کی طرف سے اتاری گئی ہے- ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ اس کو جبریل امین لے کر آئے ہیں تاکہ اس کو آپ

کے دل پر اتار دیں- تاکہ آپ لوگوں کو آگاہ کرنے والے بنیں- ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ﴾ بڑی فصیح اور کھلی عربی کے اندر اللہ پاک نے یہ کتاب اتاری ہے- یعنی یہ کوئی نئی کتاب نہیں بلکہ اللہ پاک نے پہلے جو ہدایات اتاری ہیں ان کا نچوڑ قرآن پاک ہے- اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ساری کتابوں کا خلاصہ قرآن پاک کے اندر ہے اور قرآن پاک کا خلاصہ صرف سورہ فاتحہ کے اندر ہے اور سورہ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا خلاصہ پہلے لفظ بسم میں ہے اور بسم کا خلاصہ اس کی ب میں ہے اور اس ب کا خلاصہ ایک ب کے نقطے میں ہے یعنی وحدانیت - خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک کی وحدانیت اور کبریائی انسان کو سمجھ آجائے- سنا ہے مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک پاؤں ریل کے اندر رکھوں اور ایک پلیٹ فارم پر ہو اور مجھ سے کوئی پوچھے کہ قرآن کا کیا تقاضہ ہے؟ قرآن کیا چاہتا ہے تو میں دوسرا پاؤں اٹھانے سے پہلے سارے قرآن کا خلاصہ بیان کر دوں کہ اللہ کو راضی کرو خدائے پاک کی عبادت کر کے اسی کو وحدہ لاشریک سمجھ کر- اور مخلوق کو راضی کرو اس کی خدمت کر کے- یہ قرآن پاک کا مقصد ہے- اگر ان دو اصولوں کو دیکھا جائے تو ان کے اندر بڑی وسعت ہے. یہی قرآن سمجھاتا ہے کہ اللہ کے حق کو پہچانو اور حق العبد کو پہچانو-

رحمت الٰہی کا نزول

حدیث میں آتا ہے کہ جب قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے تو اللہ کی معصوم مخلوق فرشتے آکر مجلس کو گھیر لیتے ہیں- اللہ پاک کی طرف سے تجلی نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت ان کو گھیر لیتی ہے- اور جب فرشتے جاتے ہیں اور اللہ پاک کو بتاتے ہیں تو اللہ پاک فرماتے ہیں میں نے ایسے لوگوں کو معاف کر دیا- فرشتے کہتے ہیں یا اللہ پاک ایک ایسا شخص بھی آیا تھا جس کا مجلس میں شامل ہونا یا قرآن پاک سننا مقصود نہیں تھا- خدائے پاک فرماتے ہیں کہ فرشتو یہ تفریق مت کرو میں نے اس کو بھی معاف کر دیا-

امام رازی امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول لکھتے ہیں جو ایک بڑے تابعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ بعض دفعہ آدمی کے کندھوں پر پہاڑوں سے بھی بڑے گناہ ہوتے ہیں لیکن وہ کسی مجلس کے اندر جاتا ہے جہاں آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کی بات سنتا ہے اور بیٹھے بیٹھے اس کے دل کے اندر خوف پیدا ہوتا ہے خشیت آتی ہے تو اس کے گناہ گر جاتے ہیں یعنی صاف ہو جاتے ہیں- اللہ پاک نے خشیت بھی علم میں رکھی ہے اس لئے خدا پاک فرماتے ہیں ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ جو جاننے والے ہوتے ہیں وہ خدا سے ڈرتے ہیں یعنی علم کا یہ لازمی نتیجہ بتایا کہ وہ خوف خدا پیدا کرے گا- اور لاعلمی بے خوفی اور نافرمانی پر مائل کرے گی-

بہترین رہنما

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ قرآن سارے لوگوں کے لئے ہدایت ہے ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ اس قرآن سے بہتر کوئی راستہ بتانے والا نہیں، قرآن سب سے بڑا ہادی ہے- یہ حق اور باطل کو الگ الگ واضح کر دیتا ہے اس لئے قرآن پاک کے اندر فرمایا کہ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ ہم نے یہ ہدایت واضح کر دی- دونوں راستے کھول دیئے

اب اگر کوئی مرتا ہے یعنی کفر اختیار کرتا ہے تو اس کو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ہلاکت کا راستہ ہے اگر ہدایت پر آتا ہے تو وہ بصیرت کے ساتھ آئے کہ یہ نجات کا راستہ ہے۔ اس لئے فرمایا کہ قرآن ایمان اور عمل صالح کی زندگی کو اختیار کرنے والوں کے لئے اجر کبیر ہوگا۔

خدائے کریم ہی جانتے ہیں کہ اجر کبیر اللہ کے ہاں کیا ہے۔ جس خدا کے سامنے سامان دنیا قلیل ہے ﴿قل متاع الدنیا قلیل﴾ جس کو اللہ پاک کثیر نہ کہتے ہوں ساری دنیا کے سازوسامان کو لفظ قلیل کے ساتھ تعبیر کرتے ہوں۔ ایک جگہ نہیں کئی جگہ فرمایا ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ﴾ کہیں متاع کہا۔ یعنی کوئی چکھنے کی چیز۔ جیسے پہلے کوئی چیز چکھتا ہے پھر بعد میں لیتا ہے۔ کبھی قلیل کہا کبھی حقیر کہا کبھی فانی کہا۔ کبھی ختم ہونے والی کہا۔ اور اللہ پاک فرماتے ہیں کیا ہو گیا تمہیں کہ نکلتے نہیں اللہ کے راستہ میں ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيْلٌ﴾ حالانکہ یہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں حقیر سی ہے اس کو تم بڑا سمجھ بیٹھے ہو۔ تو جس دنیا کو خدائے پاک قلیل کہہ رہے ہوں اور ایمان اور عمل صالح کی زندگی میں جو نتیجہ مرتب ہونے والا ہو اس کو صرف اجر نہیں اجر کبیر فرما رہے ہوں تو وہ کتنا بڑا اجر ہو گا۔

ایک آیت مبارکہ میں آتا ہے۔ ﴿وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ یعنی اگر کوئی ذرہ بھر نیک کام کرے گا تو خدائے پاک اس کو کئی گنا بڑھائیں گے اور اپنی طرف سے اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے گویا ایک ذرہ کے برابر نیکی کرنے والا دنیا سے بہت زیادہ بدلہ کمانے والا ہو گا۔

قربت الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ

قرآن پاک کا اللہ نے یہ مرتبہ رکھا ہے کہ اس کا سمجھنا بھی عبادت ہے۔ اس کا پڑھنا بھی عبادت ہے۔ اس کا دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس کے ساتھ عقیدت رکھنا بھی عبادت ہے۔ خدائے پاک نے فرمایا اس کے ساتھ ہر طرح کا تعلق رکھنا عبادت ہے۔ جتنا قرآن پاک کے ساتھ تعلق ہے اتنا وہ اللہ کے قریب ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ خدائے پاک کی ایک کم سو دفعہ خواب کے اندر زیارت کی اور فرماتے ہیں کہ میں ہر بار یہ پوچھتا رہا کہ یا اللہ سب سے زیادہ تیرے قریب کرنے والی کون سی چیز ہے تو اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ قرآن پاک۔ میں نے پوچھا اے اللہ کوئی سمجھ کر قرآن کو پڑھتا ہے تو وہ تیرے قریب ہو گیا جس کو سمجھ نہ آتی ہو اور تلاوت کرتا ہو وہ بھی تیرے قریب ہو گا۔ اللہ پاک مجھے یہی فرماتے رہے ﴿بِفَهْمٍ أَوْ بِلَا فَهْمٍ﴾ سمجھ کر پڑھے پھر ہمارے قریب بغیر سمجھے پڑھے، پھر ہمارے قریب۔

اللہ سے ہم کلامی

جب قرآن پاک تلاوت کیا جاتا ہے تو رب سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اس میں اللہ پاک کبھی حکم دیتے ہیں کبھی بندہ اللہ پاک سے دعا کرتا ہے جیسے خدائے پاک سامنے ہو۔ گفتگو کا یہ سلسلہ کتنا بڑا شرف ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ ﴿فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ کہ جب قرآن پاک پڑھو تو پہلے شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آجاؤ۔ کیونکہ وہ بندے اور رب کا رابطہ منقطع کرنے کی کوشش کرے گا شیطان نہیں چاہتا کہ بندہ یہ شرف حاصل کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرنے کی

ممانعت ہے اس کی ایک حکمت اور وجہ یہ ہے کہ گزرنے والا بندے اور اللہ کے درمیان رابطہ کو منقطع کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔اس لئے حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ اگر گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ قیامت کے دن اس کو کیا سزا ملے گی تو وہ تمنا کرے گا کہ میں چالیس (راوی کو چالیس کا لفظ یاد رہا ہے آگے اس کو بھول گیا ہے کہ حضور ﷺ نے چالیس سال فرمایا ہے یا چالیس مہینے فرمایا ہے یا چالیس دن فرمائے ہیں۔ کم از کم چالیس دن تو ہوں گے) دن کھڑا رہتا اور نمازی کے آگے سے نہ گزرتا۔

نیکی کی کسوٹی

قرآن پاک ہی ہمیں سیدھے اور ٹیڑھے راستہ کی پہچان بتائے گا۔ورنہ شیطان کی تو یہ کوشش ہے کہ کوئی ایسی خوشنما چیز لائی جائے جس کا دین سے تو تعلق نہ ہو۔ لیکن انسان دین سمجھ کر کرتا ہو۔اپنی غلطی کو غلطی کی بجائے سعادت سمجھے اور کبھی توبہ نہ کرے۔بغیر توبہ کے مرے اور سیدھا جہنم میں جائے۔ تفسیر قرطبی میں امام اوزاعی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیطان اپنے چیلوں کو جمع کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کیا انتظام کیا۔ تو وہ اپنی کارکردگی بتاتے ہیں۔کوئی کہتا ہے میں نے قتل وغارت کا انتظام کیا۔کوئی کہتا ہے میں نے لوگوں کو بدکاری پر لگایا۔تو شیطان کہتا ہے کہ تم نے لوگوں کو استغفار سے روکنے کا بھی کوئی انتظام کیا یا نہیں۔کیونکہ جب بندہ اللہ پاک سے معافی مانگتا ہے تو خدائے پاک اسے معاف کر دیتے۔تو چیلے پریشان ہو کر کہتے ہیں کہ اس کا انتظام تو نہیں ہو سکا۔اس پر شیطان کہتا ہے کہ میں نے یہ انتظام کیا ہے۔میں نے بدعت ایجاد کی ہے۔لوگوں کو بدعت پر لگا دو۔وہ نیکی کا کام سمجھ کر کریں گے۔اسی پر موت آئے گی اور توبہ کئے بغیر سیدھے جہنم میں جائیں گے۔اس لئے حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے شہر کے اندر بدعت کا موجد ہو۔ اللہ اور اس کے فرشتے اور فلاں فلاں مخلوق اس پر لعنت کرتی ہے۔یہ بھی فرمایا کہ جو ہمارے اس دین کے اندر کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہے۔اس کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں۔"فَهُوَ رَدٌّ" وہ مردود ہے۔اس لئے قرآن کو اپنانا بڑی سعادت ہے۔اور اسے چھوڑنا بڑی محرومی ہے کہ اس سے بڑھ کر ہدایت دینے والا کوئی کلام نہیں۔

قوت قرآن

قرآن پاک کی معنوی قوت اور وزن تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ یقیناً اے مخاطب تو اس کو دیکھے کہ یہ اللہ کے ڈر سے چر جائے اور پھٹ کر گر جائے۔ قرآن پاک کی عظمت کو یہ برداشت نہ کر سکے۔ عمومی طور پر ایک سوال ذہن کے اندر اٹھتا ہے کہ پہاڑ تو بڑی چیز ہے۔ہم تو لکڑی کے ایک تخت پر بیس قرآن رکھ دیتے ہیں لیکن کوئی اثر نہیں ہوتا۔ پہاڑ پر تو ہزاروں قرآن رکھ دیئے جائیں تو اس پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔جواب میں مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن پاک کو ایک تو ظاہری صورت تلفظ اور کتابت کی شکل عطا فرمائی ہے۔ ایک قرآن پاک کی اپنی معنویت اور حقیقت ہے۔اگر رب تعالیٰ اس معنویت اور حقیقت کو کھول کر پہاڑ پر اتار دیں تو پہاڑ برداشت نہیں کر سکتا۔ تفسیر روح المعانی کے اندر لکھا ہے کہ قیامت کے دن رب تعالیٰ ایک مقام کے اندر سارے فرشتوں کو فرمائیں گے کہ قرآن پاک کی ایک آیت کو اٹھائیں۔ سارے فرشتے مل کر قرآن پاک کی ایک آیت نہیں اٹھا سکیں گے۔اس طرح رب تعالیٰ قرآن

پاک کی عظمت بتائیں گے کہ دنیا میں اللہ پاک نے کتنا بڑا انعام عطا کیا تھا کہ ایک چھوٹے سے بچے کے دل پر اللہ پاک پورا قرآن پاک نقش فرمادیتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ حالانکہ فرشتے کی قوت اور طاقت ایسی ہے کہ اگر ایک فرشتہ اپنے پر کو ہلا دے تو کائنات کو تہ وبالا کردے۔ اگر ایک فرشتہ کے صور کے اندر پھونک مارنے میں اللہ نے یہ طاقت رکھی ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا ﴿اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾ آسمان چر جائے گا۔ یہ زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ یہ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ ایک فرشتے کی آواز کی طاقت ہوگی تو پھر سارے فرشتوں کی کس قدر طاقت ہوگی۔

قرآن سے نسبت

بڑی باسعادت ہے وہ زبان جس زبان پر اللہ کی کتاب جاری ہوتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس کے دل کے اندر قرآن پاک نہیں اترا وہ ایسا ہے جیسے برباد گھر۔ یعنی آدمی کے پاس کتنے بڑے وسائل کیوں نہ ہوں لیکن اگر اللہ کی کتاب اس کے دل میں نہیں آتی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دل ایسے ہے جیسے خراب گھر ہوتا ہے۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کریں۔ نہیں بھی پڑھا جاتا پھر بھی کوشش کریں۔ کوشش کرنے والا قیامت کے دن پڑھنے والوں میں سے اٹھے گا اسی طرح اگر حفظ قرآن کی کوشش کرتا ہے حفظ نہیں ہوتا تو قیامت کے دن اس کو حفاظ میں سے اٹھایا جائے گا حدیث پاک کے اندر یہ مضمون واضح طور پر موجود ہے۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ایک شخص ایک قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے ﴿وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ﴾ لیکن ابھی تک ان تک ملا نہیں (اور

آگے محدثین شارحین لکھتے ہیں اس سے مراد وہ شخص ہے کہ جو اہلِ علم سے محبت تعلق رکھتا ہے لیکن ان جیسا تقویٰ اس کے اندر نہیں آیا۔ ان جیسا زہد و عبادت نہیں آئی ان جیسا علم نہیں آیا) لیکن ان سے محبت کرتا ہے کوشش کرتا ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھے گا۔ ایسے ہی اگرچہ قرآن نہ بھی پڑھا جا سکتا ہو پھر بھی کوشش کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ پاک قرآن پڑھنے والوں میں سے اٹھائیں گے۔ یہ تو مشہور حدیث ہے "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" انسان قیامت کے دن ان کے ساتھ اٹھے گا جن کے ساتھ محبت اور تعلق رکھتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا زہد و تقویٰ مشہور و معروف ہے یہ شعر پڑھتے تھے۔ ﴿اُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ﴾ میں نیکوں سے محبت تو کرتا ہوں لیکن خود نیک نہیں ہوں۔ ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا﴾ شاید کہ میرے اندر بھی اللہ کوئی نیکی کا جذبہ پیدا فرمادیں انہی کے تعلق کی بنا پر۔ امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں امام ابو حنیفہؒ کے تقویٰ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے ایک ذمی کو قرض دے رکھا تھا۔ ایک مرتبہ مانگنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب گھر کے قریب پہنچے جوتا گندگی سے خراب ہوگیا۔ جھاڑا تو گندگی اٹھی اور دیوار کو لگ گئی۔ پریشان ہوگئے کہ دیوار صاف کرتا ہوں تو دیوار کی مٹی جھڑتی ہے۔ چھوڑتا ہوں تو دیوار بدنما لگتی ہے۔ دستک دی خادم نکلا۔ کہا اپنے صاحب کو کہو کہ ابو حنیفہ دروازے پر آیا ہے۔ وہ اندر سے تیزی کیساتھ نکلا۔ معافی مانگنے لگا کہ حضرت آپ کے قرض کی واپسی میں مجھ سے تاخیر ہوگئی۔ حضرت نے فرمایا یہ بعد کی بات ہے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ دیوار کیسے صاف کی جائے۔ وہ شخص حیران ہوگیا کہ یہ اس شخص کا تقویٰ ہے تو اس

کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقویٰ کیا ہوگا کہنے لگا حضرت دیوار صاف کرنے سے پہلے میرے دل کو صاف کیجئے کہ مجھے مسلمان کیجئے۔ یہ تھا ہمارے اکابر کا تقویٰ جس کو دیکھ کر کافر بغیر دعوت کے مسلمان ہو جاتے تھے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ خدا والوں سے ہٹ کر سیدھی راہ نہیں مل سکتی۔ قرآن پاک نے یہ فیصلہ فرمایا ہے ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ﴾ اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچے لوگوں کی معیت میں رہو۔ اگر تقویٰ بغیر صادقین کی معیت کے حاصل ہو سکتا تو کبھی اللہ پاک کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ نہ فرماتے۔ فرمایا تقویٰ بھی تب حاصل ہو گا جب صادقین یعنی سچے لوگوں کی معیت میں بیٹھو گے۔ اس لئے قرآن پاک نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو مومنین کے راستے سے ہٹ کر اپنا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا﴾ جو اللہ کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے بعد اس کے کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہو گئی اور پھر مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرتا ہے ﴿وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ﴾ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔ اس لئے جب حضور ﷺ نے افتراق امت کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جتنے فرقے ہوں گے جہنم میں جائیں گے ماسوائے ایک فرقہ کے۔ جب پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ من ھم وہ ناجی فرقہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا ﴿مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ﴾ جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب کرام چل رہے ہیں۔ اسی کو قرآن پاک نے فرمایا ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ﴾ ایک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے رسول کے ساتھ ہجرت کی اور اللہ کے رسول کی نصرت کی مہاجرین اور انصار

کہلائے اور ایک وہ جو ان کے بعد آئے جنہوں نے ان کی اتباع کی اخلاص کے ساتھ اللہ ان سے بھی راضی ہے۔ اس لئے سبیل المومنین سے ہٹ کر کہیں نجات نہیں مل سکتی۔ لہذا امام ابو حنیفہ جو خود اتنے بڑے زاہد اور صاحب تقویٰ کہ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ جب رات کو اٹھتے تھے تو خشیت الٰہی اور خوف خدا ان پر اس قدر غالب ہوتا تھا کہ جو لوگ دیکھتے تھے وہ بھی ان پر ترس کھاتے تھے کہ اس قدر خدائے پاک کے سامنے رونے والے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ شاید انہی کی وجہ سے اللہ مجھے بھی نیک بنا دے۔ حدیث کے اندر آتا ہے جس کو امام رازی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿کُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا فَلَا تَکُنِ الْخَامِسَ فَتَھْلِکَ﴾ عالم بن جاؤ یا متعلم یا سننے والے بن جاؤ یا ان سے محبت کرنے والے بن جاؤ۔ پانچواں نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے پانچویں کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ ہیں جو انہی کی بدگوئی کے اندر لگے رہتے ہیں اور انہی کے ساتھ نفرت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس کی تصدیق بھی سورہ ملک کی اس آیت کے اندر موجود ہے جب اللہ پاک ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں جن کو اٹھا کر جماعتیں در جماعتیں جہنم کے اندر پھینکا جائے گا۔ ﴿کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْھَا فَوْجٌ سَاَلَھُمْ خَزَنَتُھَا اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ فَکَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ﴾ خود اس وقت یہ تمنا کرتے ہوں گے ﴿لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾ وہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم کسی کی بات سن لیتے یا خود ہم سمجھ لیتے ہدایت کو کہ ہدایت کیا چیز ہے۔ آج ہم جہنم میں جلنے والوں میں سے نہ بنتے مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ یہ دنیا میں کوتاہی کرنے کا نتیجہ اب ہم دیکھ رہے ہیں۔ نہ تو

ہم کسی سے سننے والے بنے نہ خود سمجھنے والے بنے- یہی تو دو راستے تھے ہدایت کے- ان دونوں سے ہم غافل رہے ہم اس غفلت کی وجہ سے مارے گئے ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی-

قرآن پاک کو اللہ پاک نے بڑی عظمت والی کتاب بنا کر بھیجا ہے- حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ اللہ نے فرمایا (مفہوم) کہ جو قرآن پاک کی تلاوت، خدمت، تعلیم و تعلم اور میرے ذکر میں اتنا مصروف رہا کہ اس کو مانگنے کا وقت ہی نہیں ملا- میں جتنا دنیا میں مانگنے والے لوگ ہیں ان کے برابر اس کو ثواب عطا فرماؤں گا- آپ سوچیں کہ یہ انعام کس وجہ سے خدائے پاک نے دیا حالانکہ حدیث پاک کے اندر یہ بھی آتا ہے کہ جب بندہ اللہ سے نہیں مانگتا تو خدائے پاک اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ جب بندہ خدائے پاک سے مانگتا ہے تو اللہ پاک اس سے خوش ہوتے ہیں لیکن قرآن پاک کے اندر مصروف ہونے والے کے لئے فرمایا کہ اللہ نے اسے خود معذور قرار دے دیا۔ اسے وقت ہی نہیں ملتا کہ اللہ سے مانگے- اللہ اس کو بن مانگے اتنا دے گا جتنا سارے مانگنے والوں کو دے گا۔

قرآن پاک ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عظمتیں عطا فرماتے ہیں- قرآن سے اونچی اور کون سی کتاب ہو سکتی ہے۔ مشرکین مکہ کو جس نے گنگ کیا اور کمزور کر دیا وہ مقابلے میں نہ نکل سکے تو وہ قرآن پاک ہی تھا- اللہ پاک نے چیلنج دیا کہ اگر اس قرآن پاک کو تم خالق و مالک کی طرف سے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر آؤ اس قرآن پاک کا مقابلہ کر کے دکھاؤ اس جیسی کتاب لے کے آؤ اور تمام انسان اور جن سارے مل جاؤ لیکن اس جیسی کتاب تم نہیں لا سکو گے- فرمایا دس سورتیں لاؤ- دس سورتوں کا بھی چیلنج قبول نہ کیا گیا تو فرمایا ایک ہی سورت لاؤ- ایک سورت بھی اگر نہیں لا سکتے ہو تو پھر ایک آیت ایک بات بنا کر لاؤ ﴿أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ﴾ بہت کم لوگوں نے کوشش کی لیکن جن لوگوں نے بنانے کی کوشش کی ان کو خود بخود ایسی صورت حال لاحق ہوئی اور اپنوں نے ان کو ایسا ذلیل کیا کہ پھر گھروں سے ان کے جنازے نکلے- یا ہر وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ ان کی کوشش بری طرح ناکام ہوئی-

قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم برکت کا ذریعہ ہے۔ بلکہ اگر غور کریں تو زندگی کی ابتدا سے لے کر آخر تک بلکہ اس سے بھی مزید کائنات کے پیدا ہونے سے لے کر کائنات کے فنا کے بعد تک سارے احوال اللہ پاک نے یہاں جمع کر دیئے- اچھے لوگوں کے بھی اور برے لوگوں کے بھی- راہ راست پر چلنے والوں کے بھی اور ہٹنے والوں کے بھی- اللہ پاک نے بادشاہوں اور مال داروں کے احوال بھی ذکر کیے- کتاب والے انبیاء کا بھی ذکر کیا اور جن کو کتاب نہیں دی ان کا بھی ذکر کیا- بلکہ ساری کائنات اور انسان کے پیدا ہونے سے پہلے کے احوال بھی اللہ پاک نے ذکر کیے- مرنے کے بعد کیا احوال ہوں گے ان کا بھی ذکر کیا- حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کا ذکر کیا- جنت میں جو پرامن زندگی انسان کو حاصل ہونے والی ہے اس کے اندر جو انسان لذت اور سرور سے وابستہ ہوگا یا وہ دوزخ کے اندر جا کر پریشانیوں میں مبتلا ہوگا قرآن پاک وہاں تک کے حالات ذکر کرتا ہے- اتنی بڑی کتاب اور کون سی ہو سکتی ہے کہ جس کے اندر دنیا کی تمام چیزوں کا ذکر ہو کامیاب ہونے والوں اور ناکام ہونے والوں کا ذکر ہو- قرآن پاک کے علاوہ یہ ساری چیزیں کس کتاب میں جمع ہیں؟ اس سے بڑی ہدایت والی کون سی کتاب ہو سکتی ہے؟ اور فرمایا کہ ﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ یہ قرآن وہ کتاب ہے جو صحیح رہنمائی اور ہدایت دیتے

والی ہے اس سے بڑی رہنما اور کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے صحابہ کرام اور سلف صالحین نے رات دن اس کے لئے محنت کی ہے۔ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ بڑے اونچے درجے کے اہل علم میں سے ہیں۔ لیکن صرف ایک آیت کی تفسیر کے لئے وہ کوفہ پہنچے۔ کوفہ میں معلوم ہوا کہ جو شخص اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں وہ اس وقت شام میں ہیں۔ وہاں سے شام گئے اور اس آیت کی تفسیر پوچھ کر آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دفعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی تعریف فرما رہے تھے کسی شخص نے کہا حضرت آپ جابر کا ذکر کرتے ہیں اور آپ خود اتنی شان والے ہیں۔ اللہ نے آپ کو اتنا علم دیا ہے۔ فرمایا کہ وہ آیت ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ کی تفسیر سمجھنے والے آدمی ہیں۔ جو اللہ کی آیات کی تفسیر سمجھتا ہے اللہ کے ہاں وہ بڑا اونچا ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ خدائے پاک کے ہاں سب سے زیادہ محبوب اور پیارا وہ ہے کہ جو جانتا ہے کہ خدائے پاک نے اس آیت کو کس مطلب اور مفہوم کے لئے اتارا ہے۔ حضرت عکرمہ ابو جہل کے بیٹے جنہیں اللہ پاک نے اسلام سے مشرف فرمایا اہل علم میں سے ہے۔ فرمایا کہ میں چودہ سال تک اس شخص کے بارے میں تحقیق کرتا رہا کہ یہ آیت ﴿وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ﴾ یعنی جو اللہ کے راستے میں نکلا ہے ہجرت کرتے ہوئے، پھر اس کو راستے میں موت آگئی اللہ کے ہاں اس کا اجر مقرر ہو گیا۔ لہٰذا کس شخص کے بارے میں اتری ہے۔

چودہ سال کے بعد مجھے اس شخص کے نام کا علم ہوا۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ یہ ضمرۃ ابن حبیب تھا جس نے ہجرت تو کی لیکن مدینہ تک نہیں پہنچا راستے میں موت آگئی۔ صحابہ کرام نے افسوس کیا کہ کاش اس کی زندگی کے کچھ اور دن ہوتے۔ مدینہ منورہ پہنچ جاتا اور حضور ﷺ کی صحبت سے مستفید ہو جاتا۔ افسوس کہ راستے میں اس کو موت آگئی۔ اللہ پاک نے آیت اتاری کہ جو میرے راستے میں نیت اور ارادہ کر کے نکل چکا ہے وہ ناکام نہیں کامیاب ہے۔ اللہ کے ہاں اس کا اجر طے ہو چکا ہے۔ اللہ کے راستے میں ایک قدم بھی اٹھانا زمین وآسمان سے زیادہ قیمتی ہے۔ جو خدائے پاک کے لئے ایک قدم اٹھاتا ہے اللہ پاک اس پر اجر عطا فرماتے ہیں۔ صحیح حدیث کے اندر آتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے تھے۔ جب اس کا ارادہ ہوا کہ میں کسی سے پوچھوں کہ ننانوے قتل کرنے کے بعد کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے تو اس ارادہ سے نکلا۔ ایک آدمی نے جو اس کی غلط رہنمائی کی تو غصہ میں آکر اس کو بھی مار ڈالا پھر کسی نے کہا کہ تیرے لئے توبہ ہے لیکن تکمیل توبہ فلاں جگہ ہو گی۔ راستہ میں چلتے چلتے موت واقع ہو گئی۔ حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ جنت اور جہنم کے فرشتوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ وہ کہنے لگے ہم اس کو لے جانا چاہتے ہیں، وہ کہنے لگے ہم اس کو لے جانا چاہتے ہیں۔

اب ایک فرشتہ آیا اور دونوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا کہ اگر راستہ زیادہ طے کر چکا ہے تھوڑا رہ گیا ہے تو جنت والے لے جائیں اور اگر زیادہ باقی ہے تھوڑا طے کیا ہے تو جہنم والے لے جائیں۔ آتا ہے کہ جو راستہ طے کیا تھا وہ تھوڑا تھا لیکن اللہ پاک نے زمین کو حکم دیا کہ جو طے کر چکا تھا تو بڑی ہو جا اور جو باقی تھا اس کو کہا کہ تو چھوٹی ہو جا۔ اب جو پیمائش کی تو مرتے مرتے جو سینہ آگے کیا تھا اتنا ہی وہ نصف سے آگے ہو چکا تھا۔ تو جنت والے اس کو لے کر چلے گئے۔ خدائے پاک کے لئے قدم کا اٹھنا اور زبان کا چلنا، خیر وبھلائی کا کام چھوٹا سا کیوں نہ ہو بڑی اونچی چیز ہے۔

قرآن پاک کے اندر اس کا ذکر ہے اللہ پاک نے ان لوگوں کی بڑی مذمت کی ہے کہ جب کوئی غریب صدقہ دیتا ہے تو اس پر طعن کرتے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ یہ مذاق کرتے ہیں خدا بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ اخلاص کے ساتھ تھوڑی سی نیکی بھی بہت قیمتی ہوتی ہے۔ وہ لوگ کہ جنہوں نے قرآن پاک کی تفسیر کے لئے اور سمجھنے کے لئے سفر کیا اللہ کے ہاں وہ کس قدر پیارے اور محبوب ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دو سال تک ایک مسئلہ کی الجھن میں رہا۔ ایک سورت کی ایک آیت کے اندر اللہ پاک دو عورتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ان دونوں نے مل کر ایک منصوبہ بنایا تھا حضور ﷺ کے ازواج مطہرات میں سے۔

میں عرصہ دو سال تک اس مسئلہ میں الجھا رہا کہ یہ دو عورتیں کون ہیں تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے میں کامیاب ہوا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں۔ ﴿وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ فرمایا کہ دو سال کے بعد ان کے ناموں کا علم ہوا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وہ لوگ قرآن پاک پر کس قدر محنت کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تفسیر کے اندر کتنا وقت خرچ کرتے تھے۔ تو قرآن پاک بڑے اونچے مرتبہ والی کتاب اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ اس کے پڑھنے کو بھی غنیمت سمجھنا چاہئے۔ ایاز بن معاویہ فرماتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنا چاہئے کیونکہ اس کو نہ سمجھنا ایسا ہے کہ جیسے رات کے وقت کسی کو بادشاہ کا کوئی حکم آجاتا ہے اور ان کے پاس چراغ نہیں ہے۔ ان کو بتا دیا جاتا ہے کہ یہ بادشاہ کا آرڈر ہے وہ لوگ ساری رات ڈرتے رہیں گے کہ پتہ نہیں بادشاہ کا کیا حکم آیا ہے۔

اور جو کتاب کو سمجھتے ہیں ان کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کہ رات کو حکم آتا ہے اور چراغ ان کے پاس موجود ہے اور وہ پڑھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ بادشاہ کا یہ حکم ہے۔ اللہ پاک بار بار فرماتے ہیں "تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ" اللہ پاک کی طرف سے یہ کتاب اتاری گئی ہے تو اس کو سمجھنا چاہئے۔ اس کا پڑھنا سمجھنا اس کے لئے وقت نکالنا بہت بڑی غنیمت ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین